(غلام گردش)

اصل معذور کون ہے!

ہیلن کیلر (Helen Keller) البامہ میں پیدا ہوئی۔ انتہائی پیاری اور گول مٹول سی بچی۔ چہرے پر ہر وقت ایک مسکراہٹ نظر آتی تھی۔ ہنس مکھ چہرہ۔ مگر یہ سب کچھ حد درجہ مختصر وقت کیلئے تھا۔ صرف اور صرف انیس مہینے کیلئے۔ انیس ماہ کے قلیل ترین عرصے کے بعد ہیلن کو بخار ہو گیا۔ عجیب، پیچیدہ سا بخار۔ 1880 کی بات ہے۔ صرف سوا سو سال پہلے۔ کسی بھی ڈاکٹر کو اس عجیب وغریب بخار کا علاج نہیں آتا تھا۔ دراصل یہ Scarlet Fever تھا جو ایک صدی پہلے لاعلاج مرض تھا۔ انیس ماہ کی ہیلن کیلر کی بصیرت ختم ہو گئی۔ یعنی وہ نابینا ہو گئی۔ بدقسمتی صرف یہاں تک محدود نہیں رہی۔ اسکی قوت سماعت بھی ختم ہو گئی۔ یعنی وہ معصوم بچی، نہ سن سکتی تھی، نہ دیکھ سکتی تھی اور نہ بول سکتی تھی۔ مگر یہ تمام جسمانی نقائص اسکے زرخیز ذہن اور مضبوط قوت ارادی کو بالکل کمزور نہ کر پائے۔ ہیلن کیلر ان جسمانی مصائب کے ساتھ تقریباً اسی برس زندہ رہی۔ ان آٹھ دہائیوں میں اس لڑکی نے پوری دنیا تبدیل کر ڈالی۔ آج تک اسکے ہماری عملی دنیا پر مثبت اثرات روز کسی نہ کسی طریقے سے سامنے آتے ہیں۔ اسکے متضاد ہمارے جیسے ادنیٰ معاشروں میں تو اکابرین کے منفی اثرات قائم ودائم ہی رہتے ہیں۔ جیسے انکے عالیشان محلات، مبالغہ کی حد تک زیادہ دولت اور اسکے بعد اپنی پارسائی کا مسلسل اعلان۔ یہ منافقت ہمارے طاقتور طبقے کا اوڑنا بچھونا ہے۔ حمام میں سب ننگے ہیں کا کلیہ عرصے سے ختم ہو چکا ہے۔ اب پورا ملک ہی ایک حمام ہے اور اس میں اکثریت کپڑوں کے بغیر فخریہ طریقے سے گھوم رہی ہے۔ یہ عناصر مرتے دم تک صرف جھوٹ بول کر لوگوں کی ہمدردیاں بٹورتے ہیں۔ بہرحال میں ان ادنیٰ لوگوں کا ذکر کر کے قلم کی حرمت کو گزند نہیں پہچانا چاہتا۔ ان سے معاشی طور پر مستفید ہونے والے سرکاری ملازم، دانشور اور طبلچی حد درجہ فعال ہیں۔ مسلسل تعریف کرنا، ان میر عالموں کا کام ہے۔ میرے جیسے ادنیٰ مزدروں کا نہیں۔

بات ہیلن کیلر کی ہو رہی تھی۔ اسکے والد کی گراہم بیل سے بہت ذاتی دوستی تھی۔ وہی گراہم بیل جس نے دنیا کو فون جیسا فقید المثال تحفہ دیا۔ بیل نے مشورہ دیا کہ بچی کو کسی سپیشل سکول یا ذاتی اُستاد کے زریعے تعلیم دلوانے کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس مشورہ نے ہیلن کی زندگی بدل دی۔ بوسٹن میں ''پرکنز انسٹیٹیوٹ'' سے ''اینی سلوین'' کا انتخاب کیا گیا۔ اس عظیم خاتون استاد نے معذور بچی کو دوسرے لوگوں سے ابلاغ کی مکمل فہم دے ڈالی۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ تھا۔ ہیلن نے سلوین سے ''برائیل نظام'' کے تحت مکمل پڑھنا لکھنا سیکھ لیا۔ ہاتھ کے اشاروں سے بولنا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ اس عظیم خاتون استاد نے اسکی چھونے کی صلاحیت کو بے مثال کر ڈالا۔ کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس لڑکی کو خدا نے کتنا زبردست دماغ دے رکھا ہے۔ بارہ سال کی عمر، جی ہاں۔ صرف بارہ سال کی عمر میں ہیلن نے اپنی پہلی کتاب لکھی۔ اسکا نام تھا ''میری زندگی کی کہانی'' The Story of my life۔ کتاب نے تہلکہ مچا ڈالا۔ کسی کو بھی یقین نہیں تھا کہ یہ صرف بارہ برس کی بچی کی ادبی کاوش ہے۔ کیا آپ جاننا چاہینگے کہ انگریزی زبان میں لکھی گئی اس کتاب کا کتنی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ''میری زندگی کی کہانی'' ستر زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ آہستہ آہستہ ہیلن کی کتابیں دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے لگیں۔ ان میں دین پر ایک کمال کتاب بھی ہے۔ سماجی مسائل پر بھی لازوال کتاب لکھی گئی۔ اس عظیم لکھاری نے اپنی اُستاد، یعنی

سلووین(Sullivan) کی زندگی پر بھی شہرہ آفاق کتاب تحریر کی۔

1918 میں ہیلن نے نابینا لوگوں پر ایک فلم بنائی، جسکا نام Deliverence تھا۔اس نے عورتوں کے مساوی حقوق اور امریکی معاشرے کو جدید بنانے کیلئے حد درجہ محنت کی۔اسکی قائم کردہ فاؤنڈیشن کو لوگ عطیہ دینا اعزاز سمجھتے تھے۔وائٹ ہاؤس میں کلیولینڈ سے لیکر لینڈن جانسن جیسے سیاسی قد کاٹھ والے صدور، تمام کے تمام ہیلن کے ساتھ کھانا کھانے کو اپنے لیے فخر کی بات سمجھتے تھے۔دنیا کے سب سے طاقتور سیاستدان، بزنس مین، ہیلن کیلر کی زندگی سے سیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔اس سے پہلے کہ کچھ مزید عرض کروں۔کیلر کے کہے اور لکھے ہوئے چند جملے آپکی نظر کرنا چاہتا ہوں۔''دنیا کی خوبصورت ترین چیزوں کو نہ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی چھوا جا سکتا ہے۔انکو صرف اور صرف محسوس کیا جا سکتا ہے''۔زندگی ایک انتہائی خوبصورت اَمر ہے، مگر یہ صرف اس وقت خوبصورت ہوتی ہے جب اسے دوسروں کیلئے وقف کر دیا جائے''۔''دنیا کی کوئی تعلیمی درسگاہ آپکو اُچھوتے خیالات نہیں دے سکتی''۔ہم نے دنیا کی تمام برائیوں کا علاج دریافت کر لیا ہے۔مگر ہم انسانوں میں موجود بے حسی کا کچھ نہیں کر پائے''۔''دنیا میں کوئی بادشاہ ایسا نہیں ہے، جسکے آباؤ اجداد میں غلام نہ ہوں۔کوئی غلام ایسا نہیں ہے جسکے خاندان سے کوئی بادشاہ نہ نکل سکے''۔''لوگ سوچنا پسند نہیں کرتے۔اسلیے کہ سوچنے سے حتمی نتائج سامنے آتے ہیں اور وہ اکثر بہت خوشگوار نہیں ہوتے''۔''صبر کسی بھی دماغ کا سب سے بڑا تحفہ ہے۔اسلیے بھی کہ اس میں دماغ کو اتنی ہی محنت کرنی پڑتی ہے جتنی سائیکل پر توازن قائم کرنے کیلئے درکار ہے''۔صاحبان! میں اس طرح لکھتا رہونگا تو ضخیم کتاب بن جائیگی۔مگر ہیلن نے مکمل طور پر معذور ہونے کے باوجود، دنیا کو بہترین لٹریچر دیا۔معذور لوگوں کو کامیابی سے زندہ رہنے کا ڈھنگ سکھایا۔معذور لوگوں کو لکھنے پڑھنے کیلئے برائل نظام کی کامیابی کو استحکام دیا۔اس نے ناکامی کے خوف کو ختم کر ڈالا۔ثابت کیا کہ اصل معذوری جسمانی نہیں بلکہ ذہنی ہوتی ہے۔ضروری نہیں کہ اگر ایک انسان نابینا ہے تو وہ واقعی دیکھ نہیں سکتا۔اگر ایک انسان قوتِ سماعت سے محروم ہے تو وہ واقعی سن نہیں سکتا۔اگر انسان گونگا اور بہرہ ہے تو دنیا پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔یہ ایک فکری انقلاب تھا جو ہیلن کے دم قدم سے شروع ہوا اور آج تک جاری وساری ہے۔

ہیلن نے اصل میں ایک انتہائی اہم نکتہ لوگوں کے سامنے اُجاگر کیا کہ اصل معذوری جسمانی نہیں ہوتی۔جسمانی معذوری سے کسی بھی انسان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔اصل معذوری ذہنی ہوتی ہے۔جو بالکل صحت مند مرد اور خواتین کو اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کی استطاعت سے محروم کر دیتی ہے۔یہ ذہنی معذوری دراصل خود ساختہ ہوتی ہے۔اکثر اوقات لوگوں کو اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ زندگی میں آگے کیوں نہیں بڑھ رہے۔یہ نکتہ حد درجہ فکر انگیز ہے اور قابل توجہ بھی۔اردگرد کے لوگوں کا بغور جائزہ لیجئے۔انکی عادات، حرکات وسکنات، ذہنی رویے اور سوچنے کے انداز کو پڑھنا شروع کر دیں۔آپ حیران ہو جائینگے کہ صحت مند نظر آنے والے لوگوں کی اکثریت ذہنی معذوری کی بدولت کچھ بھی نہیں کر پا رہی۔وہ کام میں اپنی فکر کے اُچھوتے پن کو استعمال کرنے پر غور بھی نہیں کر پا رہے۔اپنی ناکامی کا ملبہ نظام، معاشرے اور قدرت پر ڈال کر خاموش ہو جاتے ہیں۔طالبعلم کے طور پر ملاحظہ کیجئے۔ہمارے ملک میں بائیس کروڑ افراد ہیں۔یہ کثیر آبادی ہر طرف نظر آتی ہے۔کوئی ایسا انچ نہیں جہاں آپکو انسان نظر نہ آتے ہوں۔مگر ان میں سے اکثریت ذہنی

طور پر فکر اور سوچنے کی صلاحیت کو استعمال کرنا گناہ سمجھتی ہے۔ محنت کر کے اپنے حالات بدلنے پر غور کرنے کی اہلیت کو ہرگز ہرگز سامنے نہیں لاتے۔ نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔

بہتر برس سے سیاسی اکابرین کو پرکھیے۔ اپنے صدور، وزراء اعظم، وزراء اعلیٰ، جج صاحبان، سرکاری ملازمین اور وزراء کے عملی رویے کو دیکھیے۔ ان میں سے ننانوے فیصد لوگ صرف کسی نہ کسی حادثاتی وجہ سے بڑے عہدوں پر پہنچتے ہیں۔ اسکے بعد یہ سوچنا مکمل طور پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نئی فکر اور انسانوں کیلئے آسانیاں پیدا کرنے کے عظم کو آگ کی طرح اپنے سینے میں نہیں پالتا۔ آپکا ہر مقتدر شخص صرف لکیر کا فقیر اور ضابطے کے اندر محدود ہو جاتا ہے۔ انسانی مشکلات کو کم کرنے کا مقابلہ اگر مصنوعی طرز پر بنائے گئے ضوابط سے ہو، تو وہ بغیر جھجکتے ہوئے، انسانی مشکلات کو کم کرنے کے فریضہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ ہمارے وزراء اعظم کی بہتر سالہ تقاریر کا ریکارڈ نکال کر دیکھ لیجئے۔ انکے نام تھوڑی دیر کیلئے فراموش کر دیجئے۔ ششدر رہ جائینگے کہ وہ سات دہائیوں سے بالکل ایک جیسے دعوے اور اعلانات کر رہے ہیں۔ کفر کی حد تک نئی سوچ اور عمل کا فقدان نظر آتا ہے۔ سیاستدانوں کو چھوڑ دیجئے۔ آپ کسی بھی طبقہ پر غور کیجئے۔ وہ اپنے مسائل کا ذمہ دار دوسرے کو ٹھہرائے گا۔ صنعت کاروں پر غور کیجئے۔ ان میں سے ایک بھی، جی ایک بھی، اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر، دنیا میں نئی مصنوعات دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ چند استثناء ہو سکتی ہیں۔ مگر ہمارا سرمایہ کار اس اہلیت سے محروم ہے۔ جس سے بل گیٹس، وارن بوفٹ، لاری ایلسین، کارلوس سلم یا امانیسو اور ٹیگو بن پائے۔ ہر شعبہ میں ایک جیسا حال ہے۔ ہمارا دانشور طبقہ، مذہبی رہنما، سماجی کارکن مکمل طور پر نئی فکر سے محروم نظر آتے ہیں۔ دراصل معذوری کی تعریف ہی بدل دینی چاہیے۔ معذور وہ نہیں جو دیکھ نہیں سکتا، چل نہیں سکتا، سن نہیں سکتا۔ اپاہج تو وہ ہے، جو سوچ نہیں سکتا۔ اپنے مسائل کو حل کرنے کیلئے بھرپور جدوجہد نہیں کر سکتا۔ اپنے فیصلے خود نہیں کر سکتا۔ کم از کم، ہیلن کیلر جیسی عظیم خاتون نے تو ہمیں یہی سمجھایا ہے کہ اصل معذور کون ہے!

راؤ منظر حیات